

نکاح کی کم از کم عمر: قرآن، فقہ اسلامی اور معاصر قانون کا مطالعہ  
Minimum Age of Marriage: A Study of the Quran, Islamic  
Jurisprudence, and Contemporary Law

Dr. Irfan Shahzad

*Assistant Professor/In Charge, Department of Islamic Studies,  
Virtual University of Pakistan*

Dr. Abdul Basit

*Director & CEO Muslim Research Scholars Organization / Faculty  
Member, Department of Islamic Studies, Virtual University of  
Pakistan*

**Abstract**

This study explores the question of the minimum marriageable age through the lens of the Qur'an, Islamic jurisprudence, and contemporary legal frameworks. It demonstrates that the Qur'an neither prescribes nor legitimizes underage marriages; rather, such interpretations stem from cultural practices, selective readings of verses, and a misapprehension of the reports concerning Hazrat Aisha's (RA) marriage. The Qur'anic guidance underscores that marriage requires not only physical maturity but also *rushd*—intellectual and emotional soundness—together with the free consent of the individual. By contrast, early juristic allowances for child marriage rest on weak textual bases and reflect historical socio-cultural contexts rather than binding religious directives. The paper argues that child marriage constitutes both physical and psychological harm, preventing individuals from fulfilling the moral,

social, and economic responsibilities inherent in marital life. In this regard, state legislation to set a minimum age of marriage, grounded in medical and legal expertise, is not only legitimate but also consistent with the objectives of the Shari'ah. The research concludes that Islam affirms maturity, consent, and capacity as indispensable conditions for marriage, thereby harmonizing with the principles underlying modern laws on marriage age.

**Keywords:** Underage, Orphan, Marriage, Maturity, Waiting Period

تمہید

نکاح کے لیے فرد کی جسمانی اور ذہنی اہلیت اور اس کی رضامندی نکاح کی دو معقول بنیادی شرائط ہیں جن کا لحاظ ہر مہذب معاشرے سے متوقع ہے۔ ان کی خلاف ورزی فرد کی حق تلفی اور اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ تاہم، فقہاء کے مطابق، نابالغ کے ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کی مصلحت دیکھے تو اس کا نکاح کر دے۔ ولی اگر نامحرم ہے تو اپنی زیر کفالت نابالغ بچی سے خود بھی نکاح کر سکتا ہے۔ ولی اگر باپ یا دادا ہوں تو فقہا بالاتفاق نابالغ کے نکاح کر دینے کے معاملے میں ان کا اختیار تسلیم کرتے ہیں۔ فقہاء کے مطابق نابالغ کو بلوغت کے بعد اس کے بچپن میں طے کیے گئے نکاح کو رد کرنے کا اختیار ہے، لیکن باپ یا دادا کی طرف سے ان کے طے کردہ نکاح سے انکار کا حق انھیں نہیں ہے، سوائے یہ کہ ان کا سوائے اختیار ثابت ہو جائے۔ روایتی نقطہ نظر میں بھی بالغ فرد کے نکاح کے لیے اس کی رضامندی ضروری سمجھی گئی ہے، تاہم، نابالغ کے نکاح میں اس کی رضامندی کو اہم نہیں سمجھا گیا کیوں کہ نابالغ اپنا اختیار نہیں رکھتا۔ سوال یہ ہے کہ بالغ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتا تو نابالغ، جو نکاح کا اہل ہی نہیں، اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے؟ نابالغ اگر نکاح کے لیے راضی بھی ہو تو اس کی رضا معتبر ہی نہیں، تو اس پر عمل کیسے کیا جاسکتا ہے؟

نابالغ کے نکاح پر اولیاء کے اختیار کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے۔ کسی سماج اور کسی دور کی تہذیبی اقدار کو دین و شریعت کے تقاضے نہیں بنایا جاسکتا۔ نابالغ کا ولی اس کے حق میں وہی تصرف کر سکتا ہے جو اس کی مصلحت میں ہونے کے خلاف۔ نابالغ نکاح کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس کا نکاح اس کی مصلحت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس کا ولی اس کے نکاح کا اختیار نہیں رکھتا۔ عرب سمیت دیگر ثقافتوں میں بچپن کے نکاح کا رواج رہا ہے اور اب بھی بعض جگہ موجود ہے۔ تاہم، یہ بچوں کے سرپرستوں کی خواہش کے اظہار سے زیادہ کچھ نہیں، جس کو پورا کرنا یا نہ کرنا بچوں کا اختیار ہے جب وہ جوان ہو جائیں۔ روایتی موقف کے مطابق بھی نابالغ کے نکاح کا یہ معاملہ جواز ہی کا ہے۔ یعنی شریعت میں اس بارے میں کوئی مثبت حکم موجود نہیں کہ نابالغ بچوں کے نکاح کیے جائیں۔ جواز کے معاملات میں مسلمانوں کے نظم اجتماعی کو قانون سازی کا حق حاصل ہوتا ہے۔ تاہم، قرآن مجید اس الزام سے بری ہے کہ اس نے کسی بھی درجے میں نابالغ بچیوں کے نکاح کی اجازت دی ہے، چہ جائے کہ ان کے ساتھ زن و شوکا تعلق قائم کرنے کی اجازت بھی دی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اکرم ﷺ سے کم سنی میں نکاح کی نظیر بھی کم سنی کے نکاح کے جواز کی تائید میں پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ عمل معیوب

ہوتا تو رسول اکرم ﷺ ایسا کیوں کرتے۔ مگر یہ روایت بھی متعدد اشکالات سے خالی نہیں۔ ہماری علمی روایت میں قاضی ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم نے نابالغ کے نکاح کے موقف سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے مطابق، نکاح کے لیے بلوغت ضروری ہے، جس کی تائید قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

وَ اِبْتُلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ<sup>1</sup>

”اور نکاح کی عمر کو پہنچنے تک ان یتیموں کو جانچتے رہو۔“

ان کے مطابق، ولی کی ولایت نابالغ بچوں کے لیے ان امور میں متحقق ہے جہاں انھیں کوئی حقیقی ضرورت لاحق ہو، جیسے لین دین کے معاملات۔ نابالغ کو چونکہ نکاح کی کوئی حقیقی حاجت نہیں، اس لیے یہاں ولایت کی ضرورت نہیں۔ نکاح سے جنسی تسکین اور اولاد کی تحصیل مقصود ہوتی ہے اور نابالغ کے معاملے میں یہ دونوں مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کہ اس عقد نکاح کے احکام کا اطلاق بلوغ کی عمر کے بعد ہوتا ہے جب ولی کی ولایت باقی نہیں رہتی اس لیے بالغ پر اس عقد کی پابندی واجب نہیں ہوتی۔<sup>2</sup> جہاں تک نابالغ کے نکاح کا تعلق ہے تو ہم جانتے ہیں کہ نابالغ کی جسمانی اور ذہنی نشوونما بھی مکمل نہیں ہوتی۔ بچے کے حمل و پیدائش کے نازک مراحل کے لیے لڑکی اور نان نفقے کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے لڑکا ابھی پوری طرح پر تیار نہیں ہوتے۔ کچی عمر میں ان کا نکاح ان کا ذہنی اور جسمانی استحصال ہے اور اس بنا پر حکومت کو یہ حق ہے کہ اگر بچوں کے سرپرست ان کے نکاح کے معاملے میں تجاوز برتیں تو اسے روکے۔ اس سلسلے میں حکومت ماہرین قانون اور ماہرین طب کے مشورے سے نکاح کی عمر میں تحدید کے لیے قانون سازی بھی کر سکتی ہے۔ روایتی موقف پر نقد، ہمارا موقف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم سنی میں نکاح کی روایات پر اشکالات ذیل میں پیش کیا جاتے ہیں۔

#### روایتی موقف

قرآن مجید کے تین مقامات سے نابالغ بچیوں کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ان میں دو سورۃ النساء میں ہیں اور ایک سورۃ الطلاق میں ہے۔ سورۃ النساء کی پہلی آیت یہ ہے: وَإِنْ حَفِظْتُمْ أَلا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ حَفِظْتُمْ أَلا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَلا تَعُولُوا<sup>3</sup> اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو (ان سے نکاح کرنے کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے۔ ہاں! اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہو گے۔ دوسری آیت اس کی توضیح میں پیش کی جاتی ہے: وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوُلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا<sup>4</sup> (اے پیغمبر!) لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں شریعت کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے بارے میں حکم بتاتا ہے، اور اس کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں جو تم کو پڑھ کو سنائی جاتی ہیں وہ بھی ان یتیم عورتوں کے بارے میں (شرعی حکم بتاتی ہیں) جن کو تم

ان کا مقرر شدہ حق نہیں دیتے، اور ان سے نکاح کرنا بھی چاہتے ہو، نیز کمزور بچوں کے بارے میں بھی (حکم بتاتی ہیں) اور یہ تاکید کرتی ہیں کہ تم یتیموں کی خاطر انصاف قائم کرو۔ اور تم جو بھلائی کا کام کرو گے، اللہ کو اس کا پورا علم ہے۔ استدلال یہ ہے کہ بن باپ کے نابالغ بچے کو یتیم کہا جاتا ہے۔ آیت 3 میں یتیموں کے جن حقوق کی تلفی کا اندیشہ ذکر ہوا تھا اس کی وضاحت آیت 127 میں کر دی گئی ہے کہ یہ 'یتامی النساء' یعنی یتیم عورتیں ہیں اور عورتوں سے مراد نابالغ بچیاں ہیں، جن سے نکاح کی صورت میں ان کا حق مہر دینے میں لوگ بے انصافی سے کام لے رہے تھے۔ وہ یوں کہ یتیم بچی اگر خوب صورت اور مال دار ہوتی تو اس کا ولی اس سے خود نکاح کر لینا چاہتا تاکہ اس کا مال بھی اپنے پاس رکھ سکے، جس کا وہ نگران تھا، مگر وہ حق مہر ادا کرنے میں انصاف نہ کرتا۔ اس حق تلفی سے روکنے کے لیے ترغیب دی گئی کہ ان یتیم بچیوں سے نکاح کی بجائے اپنی پسند کی دیگر خواتین سے نکاح کر لو۔<sup>5</sup> تفسیر قرطبی میں ہے: فَهَيُّوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُفْسِدُوا لَهُنَّ<sup>6</sup> انھیں ان یتیم بچیوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا مگر یہ کہ ان سے انصاف کریں (تو نکاح کر سکتے ہیں)۔ یتیم بچی سے ولی کے نکاح کر لینے کی اجازت سے یہ بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا نکاح کہیں اور بھی کر سکتا ہے۔ مفتی شفیع اپنی تفسیر 'معارف القرآن' میں لکھتے ہیں: "اس آیت میں یتامی سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں، اور اصطلاح شریعت میں یتیم اسی لڑکی یا لڑکے کو کہا جاتا ہے جو ابھی نابالغ نہ ہو، اس لیے اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یتیم لڑکی کے ولی کو یہ بھی اختیار ہے کہ بحالت صغر سنی بلوغ سے پہلے ہی اس کا نکاح کر دے، البتہ لڑکی کی مصلحت اور آئندہ فلاح و بہبود پیش نظر رہے۔"<sup>7</sup>

## نقد

روایتی موقف کی مذکورہ بالا تفہیم پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

1. 'یتامی' کا لفظ لڑکا اور لڑکی دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: "یتامی" کا لفظ ان نابالغوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا باپ فوت ہو چکا ہو، عام اس سے کہ وہ نابالغ، لڑکے ہیں یا لڑکیاں۔ صرف نابالغ لڑکیوں کے لیے اس کا استعمال نہ عربی زبان میں معلوم ہے، نہ قرآن مجید اور حدیث میں۔ قرآن میں یہ لفظ کم از کم پندرہ جگہ اسی جمع کی صورت میں استعمال ہو ہے لیکن کسی جگہ بھی صرف یتیم بچیوں کے مفہوم میں نہیں استعمال ہوا۔<sup>8</sup> سورہ نسا کی آیت 1 سے 10 تک ایک ہی سلسلہ کلام ہے جو یتیموں کے مالی حقوق تلف کرنے سے منع کرتا ہے اور کسی جگہ 'یتامی' کے لفظ کو یتیم بچیوں کے لیے مختص نہیں کرتا۔ آیت 3 میں بھی یتیموں سے بے انصافی سے مراد ان کے مالی معاملات میں بے انصافی ہے۔ یہ بات آیت کے سیاق و سباق سے عیاں ہے۔ چنانچہ آیات کی درست تفہیم یہ ہے کہ یتیموں کے مال میں خیانت اور کوتاہی پر جب سخت تنبیہ کی گئی تو لوگ معلوم ہوتا ہے، ڈر گئے اور یتیموں کے مالی معاملات کی ذمہ داری لینے میں ہچکچانے لگے۔ اس پر انھیں ہدایت دی گئی کہ ان کے مالی معاملات کی نگہداشت میں انھیں اپنی طرف سے بے انصافی کا اندیشہ لاحق ہے تو ان عورتوں 'النساء' سے نکاح کر کے مسئلہ حل کر لیں۔
2. یہ عورتیں کون ہیں؟ النساء میں 'ال' عہد کا ہے۔ یعنی مخاطب کے نزدیک وہ عورتیں پہلے سے معلوم ہیں۔ یہ ان یتیموں کی رشتہ دار عورتیں یعنی ان کی مائیں اور بہنیں ہی ہو سکتی ہیں، جن کو یتیموں کا ولی اپنے نکاح میں لے آئے تو یتیم کے مال کی نگہداشت میں گویا یتیم کا وکیل شامل ہو جاتا ہے۔ اس طرح یتیموں کے حق میں بے انصافی کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ آیت کے اس فہم کو

آیت 127 میں لفظ واضح بھی کر دیا گیا ہے کہ یہ 'یتامی النساء'، یعنی یتیموں کی عورتیں ہیں۔ 'یتامی النساء' مرکب اضافی ہے۔ جس کا مطلب یتیموں کی عورتیں ہے، نہ کہ یتیم عورتیں۔

دوسرے یہ کہ 'النساء' کا معنی نابالغ بچیاں نہیں ہو سکتا۔<sup>9</sup> 'النساء' کے متبادر معنی یعنی، عورتوں، سے اسے پھیر کر بچیاں مراد لینے کے لیے قرینہ درکار ہے جو یہاں موجود نہیں۔ یہ قرینہ ایک اور آیت میں جب مہیا ہوا ہے تو وہاں 'النساء' کا مفہوم بچیاں لیا گیا ہے۔ اس کے لیے درج ذیل آیت دیکھیے: **وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يَذَّبَحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ**<sup>10</sup> اور یاد کرو، جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے چھڑایا۔ وہ تمہیں برے عذاب چکھاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتیں جیتی رہنے دیتے تھے اور (تمہیں) اس (عذاب سے چھڑانے) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے (تمہارے لیے) بڑی عنایت تھی۔ یہاں 'النساء' الابناء 'نومولود بیٹوں کے مقابل میں آیا ہے، اس لیے یہاں مراد نومولود بچیاں ہیں۔ اس موقع پر 'النساء' کے لفظ کے استعمال میں کیا بلاغت ہے، جاوید احمد غامدی صاحب لکھتے ہیں: "لڑکوں کو ذبح کرنے کا ذکر بیٹوں کے لفظ سے ہوا ہے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دینے کا ذکر کرتے ہوئے تمہاری عورتوں کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ پہلی تعبیر، اگر غور کیجیے، تو شفقت پداری کا جذبہ ابھارتی ہے اور دوسری غیرت کو حرکت میں لانے کا باعث بنتی ہے۔"<sup>11</sup> لیکن آیت 3 اور 127 میں ایسا کوئی قرینہ نہیں جو 'النساء' کو بچیوں کے مفہوم کی طرف پھیر دے۔ آیت 217 میں اسم موصول، 'التي كاصلة' اللاتي لا تؤننهن ما كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ' (جن کو تم ان کا مقرر شدہ حق نہیں دیتے، اور ان سے نکاح کرنا بھی چاہتے ہو) 'یتامی' سے متعلق نہیں ہے۔ یہ 'النساء' سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ ان یتیموں کی عورتوں کو حق مہر نہیں دینا چاہتے تھے مگر ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ یہ نکاح یتیموں کی بھلائی کے ارادے سے کر رہے تھے، اس لیے یتیموں کی عورتوں یعنی ماؤں اور بڑی بہنوں وغیرہ کو حق مہر دینے میں انھیں رعایت ملنی چاہیے۔ انھیں بتایا گیا کہ ان عورتوں اور عام خواتین کے حقوق میں کوئی فرق نہ ہو گا۔ ان کا حق مہر بھی دستور کے مطابق ادا کرنا ہو گا۔ آیت کا درست مفہوم درج ذیل ترجمہ میں اختیار کیا گیا ہے: "وہ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور جن عورتوں کے حقوق تم ادا نہیں کرنا چاہتے، مگر ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو، ان کے یتیموں سے متعلق جو ہدایات اس کتاب میں تمہیں دی جا رہی ہیں، ان کے بارے میں اور (دوسرے) بے سہارا بچوں کے بارے میں بھی فتویٰ دیتا ہے کہ عورتوں کے حقوق ہر حال میں ادا کرو اور یتیموں کے ساتھ ہر حال میں انصاف پر قائم رہو اور (یاد رکھو کہ اس کے علاوہ بھی) جو بھلائی تم کرو گے، اُس کا صلہ لازماً پائو گے، اس لیے کہ وہ اللہ کے علم میں رہے گی۔" آیت کا یہ ترجمہ عربی کے ایک خاص اسلوب کی رعایت سے کیا گیا ہے۔ آیت میں سوال عورتوں سے متعلق پوچھا گیا تھا مگر ان کے حقوق ادا کرنے کی ہدایت لفظاً مذکور نہیں ہوئی، البتہ دیگر افراد کے حقوق کا ذکر ہوا ہے۔ مولانا اصلاحی اس مقام کی وضاحت میں لکھتے ہیں: "۔۔۔ یہاں کلام میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جو 'وَإِنْ تَقُوْا مُمُوْا' کا معطوف علیہ بن سکے۔ اس وجہ سے لازماً یہاں محذوف ماننا پڑے گا اور یہ محذوف سیاق کلام کی روشنی میں معین کیا جائے گا۔ چنانچہ یہاں 'وَإِنْ تَقُوْا مُمُوْا' سے پہلے یہ مضمون محذوف ہو گا کہ ان عورتوں کو ان کے مہر دو، ان کے ساتھ عدل کا معاملہ کرو، پھر اس کے اوپر 'وَإِنْ تَقُوْا مُمُوْا' سے پہلے کا عطف موزوں ہو گا۔ یعنی اور یتیموں کے لیے عدل کی حفاظت کرنے والے بنو۔ گویا فتوے میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ مہر اور عدل کی شرط

جس طرح عام عورتوں کے معاملے میں ہے، اسی طرح یتیموں کی ماؤں کے بارے میں بھی ہے اور آیت «وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا» میں عورتوں کے ساتھ عدل کا اور آیت «وَأُولَئِكَ نَسَاءٌ صُدِّقْتِهِنَّ» میں ادائے مہر کا جو حکم ہے تو وہ یتیموں کی ماؤں سے متعلق ہی ہے، جن سے تم نکاح تو کرنا چاہتے ہو، لیکن مہر اور عدل کی کھٹیڑ میں پڑنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اس طرح گویا قرآن نے آیات ۳-۴ کے اجمال کو کھول دیا اور اس فتوے کے ذریعے سے ان میں دیے ہوئے احکام کو مزید موکلہ کر دیا۔<sup>12</sup>

### نابالغ یتیم بچیوں کے نکاح کے سونے فہم کی بنیاد

سورہ نساء کی آیات 3 اور 127 سے یتیم بچیوں کے نکاح کے جواز کے موقف کی بنیاد قرآن مجید کے بیان کا کوئی تقاضا نہیں، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت کا سونے فہم ہے۔ بخاری شریف میں یہ روایت یوں نقل ہوئی ہے: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: «أَنَّه سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى» فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي، هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرٍ وَلِيَّهَا، تَشْرِكُهُ فِي مَالِهِ، وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيَّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَهَيُّوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ، فَأَمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَلَبَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ» قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى فِي آيَةِ أُخْرَى: «وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ» رَغْبَةً أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَتِهِ، حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةً الْمَالِ وَالْجَمَالِ، قَالَتْ: فَهَيُّوا أَنْ يَنْكِحُوا عَنْ مَنْ رَغِبُوا فِي مَالِهِ وَجَمَالِهِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ»<sup>13</sup> عروہ بن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى» کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے کہا میرے بھانجے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم لڑکی اپنے ولی کی پرورش میں ہوتی اور اس کی جائے داد کی حصہ دار بھی ہوتی (ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہوتا) اب اس ولی کو اس کی مال داری اور خوبصورتی پسند آجاتی۔ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا مگر انصاف کے ساتھ پورا مہر، یعنی جتنا مہر اس کو دوسرے لوگ دیتے، نہ دینا چاہتا، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں کے ساتھ، جب تک ان کا پورا مہر انصاف کے ساتھ نہ دیں، نکاح کرنے سے منع فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تم دوسری عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں نکاح کر لو۔ (یتیم لڑکی کا نقصان نہ کرو) عروہ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں، اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا، اس وقت اللہ نے یہ آیت «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ» اتاری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا دوسری آیت میں یہ جو فرمایا «وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ» یعنی وہ یتیم لڑکیاں جن کا مال و جمال کم ہو اور تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ان یتیم لڑکیوں سے جن کا مال و جمال کم ہو نکاح کرنا نہیں چاہتے تو مال اور جمال والی یتیم لڑکیوں سے بھی جن سے تم کو نکاح کرنے کی رغبت ہے نکاح نہ کرو، مگر اسی وقت کر سکتے ہو جب انصاف کے ساتھ ان کا مہر پورا ادا کرو۔ اس روایت میں مذکور یتیمہ سے مراد نابالغ یتیم بچی سمجھ لیا گیا ہے۔ عام بول چال میں یتیم کا لفظ نابالغ لڑکے اور لڑکی کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی درج بالا روایت میں یہ اس

معنی میں استعمال بھی ہوا ہے: الْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ صَمَّتْ فَهِيَ إِذْنُهَا، وَإِنْ أَبَتْ، فَلَا جَوَازَ عَلَيَّهَا<sup>14</sup> یتیم لڑکی سے اس کی رضا مندی حاصل کی جائے گی، اگر وہ خاموش رہی تو یہی اس کی رضا مندی ہے، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس پر (زبردستی کرنے کا) کوئی جواز نہیں۔ ابن رشد' بادئہ المجتہد' میں لکھتے ہیں: وَالْيَتِيمُ لَا يَنْطَلِقُ إِلَّا عَلَى غَيْرِ الْبَالِغَةِ. وَالْفَرِيقُ الثَّانِي قَالُوا أَنَّ اسْمَ الْيَتِيمِ قَدْ يَنْطَلِقُ عَلَى الْبَالِغَةِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ -: «تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيمَةُ»، وَالْمُسْتَأْمَرَةُ هِيَ مَنْ أَهْلُ الْإِذْنِ وَهِيَ الْبَالِغَةُ<sup>15</sup> یتیم مطلقاً نابالغ کے لیے بولا جاتا ہے (جس کا والد نہ ہو) جب کہ دیگر فقہاء کے مطابق یتیم کے اسم کا اطلاق نابالغ پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ یہ قول ہے، "یتیم سے اس کے نکاح کے لیے پوچھا جائے گا" اور جس سے پوچھا جائے وہ صاحب اذن ہوتی ہے اور صاحب اذن نابالغ ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یتیم لڑکیوں کے نکاح اور ان کے مال اور حق مہر کا معاملہ یقیناً قابل نکاح نابالغ یتیم لڑکیوں ہی سے متعلق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روایت میں آیت کا سبب نزول نہیں بیان کر رہیں بلکہ اس کا ایک مصداق بتا رہی ہیں۔ صحابہ کے ہاں رائج اصطلاح میں یوں کہنا کہ فلاں آیت فلاں مسئلے یا واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی، کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس مسئلے یا واقعے پر اس آیت کے معنی یا حکم کا اطلاق ہوتا ہے یا وہ اس کا مصداق بنتا ہے۔ شاہ ولی اللہ اپنے کتاب 'الفوز الکبیر' میں لکھتے ہیں: أن الصحابة والتابعين رضي الله عنهم أجمعين - كثيرا ما يقولون: "نزلت الآية في كذا" ولا يكون غرضهم إلا تصوير ما تصدق عليه الآية من الأحداث والمعاني، وذكر بعض القصص والوقائع التي تشملها الآية الكريمة لعموم لفظها، سواء كانت القصة متقدمة على نزول الآية أو متأخرة عنها<sup>16</sup> صحابہ اور تابعین اکثر یوں کہتے تھے کہ 'یہ آیت فلاں واقعے کے بارے میں نازل ہوئی'۔ اس سے ان کی غرض محض ذہن میں یہ نقش بٹھانا ہوتا تھا کہ ان واقعات اور معانی پر اس آیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ بعض قصے اور واقعات بھی ذکر کرتے جن کو آیت کریمہ اپنے الفاظ کے عموم میں شمار کر لیتی تھی، چاہے وہ قصہ نزول آیت سے پہلے واقع ہوا ہو یا اس کے بعد۔ امکان یہی ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں یتیم نابالغ لڑکیوں کو پیش آنے والے حق تلفی کے مسائل انھیں آیات میں مذکور عورتوں کے ساتھ بے انصاف کے مصداق کے طور پر بیان کیے گئے، مگر یتیم کے ذکر سے بات یوں سمجھی گئی کہ یہ بات آیت میں مذکور 'یتامی' سے متعلق ہے۔ پھر یتامی کا مفہوم نابالغ بچی لے کر یہ باور کر لیا گیا کہ قرآن مجید میں نابالغ بچیوں کے نکاح کے معاملے میں ان کی حق تلفی سے منع کر رہا ہے اور یوں گویا اجازت دے رہا ہے کہ اگر حق تلفی کا اندیشہ نہ ہو تو نابالغ یتیم بچی کا ولی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ قرآن کے الفاظ کی دلائل اور روایت کی اس توجیہ کے بعد یہ غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔

### نابالغ کی عدت کا مسئلہ

قرآن مجید کی جس آیت سے نابالغ کی عدت اور اس کی بنا پر نابالغ کے ساتھ نکاح اور اس کے ساتھ زن و شو کا تعلق قائم کرنے کا جواز اخذ کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے: وَاللَّائِي يَلْسَنُ مِنَ الْمَجْضِيِّ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةٌ أَشْهُرٌ وَاللَّائِي لَمْ يَحْضُنَّ<sup>17</sup> اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری آنے سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمہیں (آن کی عدت کے بارے میں) شک ہو تو (یاد رکھو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان عورتوں کی (عدت) بھی (یہی ہے)

جنہیں ابھی ماہواری آئی ہی نہیں۔ اللّٰثَلَاثِي لَمْ يَحْضُنْكَا بے غبار مطلب وہی ہے جو درج بالا ترجمے میں اختیار کیا گیا یعنی جن عورتوں کو ماہواری آئی ہی نہیں۔ صاف دیکھا جاسکتا ہے کہ اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جنہیں کسی سبب سے ماہواری نہیں آئی۔ یہاں بغیر کسی سبب کے نابالغ بچیاں مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ یا تقاضا موجود نہیں۔ نابالغ بچیوں کے لیے حمل ٹھہرنے کا امکان ہی نہیں ہوتا کہ عدت ان پر لاگو کی جاسکے۔ یہ لازماً بالغ عورتیں ہی ہیں جن کے لیے حمل کا امکان موجود ہوتا ہے۔ آیت کا یہ موقع نکاح، حمل اور عدت کے بیان کا ہے۔ اس موقع پر عورتیں بول کر بچیاں مراد لینے کا کوئی جواز نہیں۔ اگر نابالغ بچیاں مراد ہوتیں تو 'جاریہ' یا اسی مفہوم کا کوئی لفظ اختیار کیا جاتا یا کوئی مضبوط قرینہ مہیا کیا جاتا جیسا اوپر سورہ بقرہ کی آیت 49 میں موجود ہے۔ لہذا، زیر بحث آیت میں 'النساء' کا مفہوم اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جنہیں حیض نہیں آیا ان کی عدت تین ماہ ہے۔ البیان کے مطابق اس آیت کا درست مفہوم درج ذیل ہے: تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، اور وہ بھی جنہیں (حیض کی عمر کو پہنچنے کے باوجود) حیض نہیں آیا، ان کے بارے میں اگر کوئی شک ہے تو ان کی عدت تین مہینے ہوگی۔ غامدی صاحب اس آیت کے تشریحی نوٹ میں لکھتے ہیں:

"اصل میں وَالثَّلَاثِي لَمْ يَحْضُنْكَا کے الفاظ آئے ہیں۔ 'لَمْ' عربی زبان میں نفی جحد کے لیے آتا ہے۔ لہذا اس سے وہ بچیاں مراد نہیں ہو سکتیں جنہیں ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا، بلکہ وہی عورتیں مراد ہوں گی جنہیں حیض کی عمر کو پہنچنے کے باوجود حیض نہیں آیا۔"

#### نکاح کی اہلیت سے متعلق قرآن کی رہنمائی

یہ طے ہو جانے کے بعد قرآن مجید میں نابالغ سے نکاح کی اجازت یا ان کی عدت کے بارے میں کوئی ہدایت موجود نہیں، اب ہم ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن میں نکاح کے لیے محض بلوغت ہی نہیں، بلکہ 'رشد' یعنی سمجھ داری جیسی خصوصیات ملحوظ رکھنے کی رہنمائی ملتی ہے۔

#### رشد

قرآن مجید میں یتیموں کا مال ان کے حوالے کرتے ہوئے ہدایت دی گئی ہے کہ مال جیسی قیمتی اور سہارا دینے والی چیز ان کی بلوغت کی عمر کے بعد ان کے حوالے کرنے سے پہلے انہیں آزما کر دیکھ لیا جائے کہ ان میں 'رشد' یعنی سمجھ داری اور معاملہ فہمی کی اہلیت بھی موجود ہے یا نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا<sup>18</sup>

اور (یتیم اگر ابھی نادان اور بے سمجھ ہوں تو) اپنے وہ اموال جن کو اللہ نے تمہارے لیے قیام و بقا کا ذریعہ بنایا ہے، ان بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو۔ ہاں، ان سے فراغت کے ساتھ ان کو کھلاؤ، پہنناؤ اور ان

سے بھلائی کی بات کرو۔ اور نکاح کی عمر کو پہنچنے تک ان یتیموں کو چاہتے رہو، پھر اگر ان کے اندر اہلیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، اور اس اندیشے سے کہ بڑے ہو جائیں گے، ان کے مال اڑا کر اور جلد بازی کر کے کھانہ جاؤ۔ اور (یتیم کا) جو (سرپرست) غنی ہو، اُسے چاہیے کہ (اُس کے مال سے) پرہیز کرے اور جو محتاج ہو، وہ (اپنے حق خدمت کے طور پر) دستور کے مطابق (اُس سے) فائدہ اٹھائے۔ پھر جب ان کے اموال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ ٹھہرا لو، ورنہ حساب کے لیے تو اللہ کافی ہے۔

مال جیسی قیمتی متاع اگر محض بلوغت کی بنیاد پر یتیم کے حوالے نہیں کر دی جاتی بلکہ بلوغت کے بعد سمجھ داری اور معاملہ فہمی کا امتحان بھی لیا جاتا ہے تو نکاح جیسے سنجیدہ معاملے میں بھی محض بلوغت کو کافی نہیں سمجھا جاسکتا۔

### نکاح میں فرد کا اختیار

قرآن مجید نے یہ طے کر دیا ہے کہ اپنے نکاح کا اختیار فرد ہی کے پاس ہے۔ اس معاملے میں اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد ہوتا ہے: وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ لَكُمْ وَأَطْرَهُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ<sup>19</sup> اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو اب اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے ہونے والے شوہروں سے نکاح کر لیں، جب وہ دستور کے مطابق آپس میں معاملہ کرنے کے لیے راضی ہو جائیں۔ یہ نصیحت تم میں سے ان لوگوں کو کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی تمہارے لیے زیادہ شایستہ اور زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ<sup>20</sup> اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑیں تو وہ بھی اپنے آپ کو چار مہینے دس دن انتظار کر لیں۔ پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اپنے حق میں دستور کے مطابق جو کچھ وہ کریں، اُس کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ معاملہ بیوہ اور مطلقہ کے نکاح ثانی سے متعلق بیان ہوا ہے مگر اسے شوہر دیدہ کے اختیار تک محدود کرنا اور کنواری کو اس میں شامل نہ سمجھنا محض حریت پسندی ہے۔ معاملہ چوں کہ بیوہ اور مطلقہ کا سامنے آیا تو قرآن نے تبصرہ بھی اسی پر کیا ہے۔ تاہم، یہ اسی اصول پر مبنی ہے کہ فرد کے اپنے حقوق میں اصل اختیار اسی کا ہے۔ جس طرح کسی فرد پر اس کے مال کے معاملے میں کوئی جبر روا نہیں، اسی طرح اس کے نکاح کے معاملے میں بھی اس پر کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا، خواہ، وہ مرد ہو یا عورت، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ رسول اکرم ﷺ کے سامنے اس معاملے جو مقدمات پیش ہوئے، اس میں آپ نے شوہر دیدہ اور کنواری میں کوئی فرق نہیں کیا۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کنواری ہو یا شوہر دیدہ ضروری ہے کہ اس کے نکاح کے لیے اس کی مرضی معلوم کی جائے گی۔ نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہ کیا جائے۔ روایت یہ ہے:

لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَلَا الثَّيْبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ

إِذْهَبَا؟ قَالَ: إِذَا سَكَتَتْ<sup>21</sup>

کسی کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لے لی جائے اور کسی بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کا حکم نہ معلوم کر لیا جائے۔“

نیز آپ سے صراحتاً مروی ہے کہ یتیم لڑکی سے اس کی مرضی معلوم کی جائے: الْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا ، فَإِنْ صَمَّتَتْ فَهِيَ إِذْنُهَا ، وَإِنْ أَبَتْ ، فَلَا جَوَازَ عَلَيَّهَا<sup>22</sup> یتیم لڑکی سے اس کی رضامندی حاصل کی جائے گی، اگر وہ خاموش رہی تو یہی اس کی رضامندی ہے، اور اگر اس نے انکار کیا تو اس پر (زبردستی کرنے کا) کوئی جواز نہیں۔“ اور جس کی مرضی معلوم کی جائے وہ بالغ ہی ہوتا ہے۔ یہ لفظ یتیم کا عام بول چال کا استعمال ہے، یعنی وہ لڑکی جس کا باپ نہ ہو۔ جب یہ طے ہے کہ عورت کا نکاح اس کی اجازت سے مشروط ہے تو یتیم بچی کا نکاح کرانے کا جواز ہی پیدا نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ نہ نکاح کی اہلیت رکھتی ہے اور نہ اس کی اجازت معتبر ہے۔ اور اگر اس کی اجازت ہی نہیں تو اس کا نکاح کیا ہی نہیں جاسکتا۔

### قانونی مداخلت کا اختیار

فقہنا یتیم بچیوں کے نکاح کے اس معاملے میں ایک حد میں قانون کی مداخلت کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ قرطبی لکھتے ہیں: وَلِلْمُسْلِمَانِ النَّظَرُ فِيمَا يَفْعَلُهُ الْوَصِيُّ مِنْ ذَلِكَ<sup>23</sup> سلطان کو اختیار ہے کہ وصی اس معاملے میں جو کرے اس پر نظر رکھے۔ مفتی شفیع اپنی تفسیر، 'معارف القرآن' میں لکھتے ہیں: "ذمہ داران حکومت کا بھی یہ فریضہ ہے کہ اس کی نگرانی کریں، کسی جگہ حق تلفی ہوتی نظر آئے تو بزور قانون حقوق ادا کریں۔"<sup>24</sup> جب یہ واضح ہے کہ نابالغ کا نکاح ہی اس کی حق تلفی ہے تو اسے قانون کی رو سے مطلقاً کیوں منع نہیں کیا جاسکتا؟ اس واضح عقلی تقاضا کو تسلیم نہ کرنے کے پیچھے مذکورہ آیات کا وہ فہم کھڑا ہے جس میں یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یتیم کی حق تلفی کی جتنی اجازت خدا نے دے رکھی ہے، وہاں قانون مداخلت نہیں کر سکتا۔ ان آیات کا مفہوم واضح ہو جانے کے بعد یہ مانع بھی باقی نہیں رہتا۔

### حضرت عائشہ کے کم سنی کے نکاح کی روایت

کم سنی کے نکاح کے جواز میں حضرت عائشہ کی کم سنی میں نبی کریم ﷺ سے نکاح کی روایات پیش کی جاتی ہیں۔ کم سنی کی شادیاں تمدنی ضرورتوں کے تحت ہوتی رہی ہیں۔ مگر یہ عمل کسی عمومی جواز کے لیے کوئی وجہ نہیں بنتا۔ کم سن بچوں کی شادیاں دور رسالت میں بھی عام نہیں تھیں۔ اس بارے میں اکادکا واقعات ہی ملتے ہیں۔ جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم سنی میں نکاح و رخصتی کی روایت کا تعلق ہے تو یہ کئی پہلوؤں سے قابلِ نقد ہے: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اس نکاح کی تجویز آپ کو رفاقت مہیا کرنے اور خانگی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے دی گئی تھی۔ ایک چھ برس کی بچی سے ان امور کو نبھانے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔<sup>25</sup> ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ چونکہ کیلنڈر بہت بعد دیر بعد، حضرت عمر کے دورِ خلافت میں مقرر ہوا تھا، اس لیے اس سے پہلے پیدا ہونے والوں کی عمر کا حساب اندازے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بوقت نکاح و رخصتی اپنی عمر اندازے سے بتائی ہوگی جس میں چند برس کا فرق ہونا سمجھا جاسکتا ہے۔<sup>26</sup> یہی معاملہ ان کی وفات کی عمر کا ہے جو بقول مورخین سن 58 ہجری میں 66 برس کی عمر میں ہوئی۔ 66 میں سے 58 منہا کریں تو بوقت ہجرت حضرت عائشہ کی عمر 8 برس بنتی ہے۔ لیکن یہاں بھی ضروری نہیں کہ ان کی اصل عمر 66 برس ہی ہو۔ جب پیدائش کے سن میں چند برس کے فرق کا امکان تسلیم ہے تو بوقت وفات عمر میں بھی لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا۔ یہ معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جیسی خوش گوار زندگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزاری، اس میں انھیں کبھی یہ شکایت نہیں ہوئی کہ ان کی شادی کم

سنی میں کرا دی گئی تھی۔ آپ کا یہ نکاح یقیناً اسی عمر میں ہوا جب آپ نکاح کی اہلیت حاصل کر چکی تھیں۔ اس لیے محض روایت کے الفاظ سے حجت پکڑنا درست نہیں۔

#### خلاصہ بحث

قرآن مجید میں نابالغ یتیم بچیوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ نابالغ کے نکاح کی روایات ثقافتی مظہر کا بیان ہیں نہ کہ شرعی حکم یا اجازت کا۔ حقیقت یہ ہے کہ نابالغ اور نابالغ کے نکاح کے جواز کے مسئلے پر بحث فقط علمی اور نظریاتی سطح پر کی جاتی ہے، عملاً ہر معقول شخص ایسے نکاح کی قباحتوں سے واقف اور اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ نابالغ کے نکاح کے اکادکا واقعات تو پیش آجاتے ہیں، مگر نابالغ کے نکاح اور پھر اس کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر لینا، غیر متمدن سماجوں میں بھی فوج ہی سمجھا جاتا ہے۔ مگر خدائے رحیم و حکیم کے بارے میں یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ اس نے بچوں خصوصاً بچیوں کی اس حق تلفی بلکہ ان کے ساتھ اس زیادتی کی اجازت دے رکھی ہے! یہ ایک مسلمہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ نابالغ بچیاں شادی کی ذمہ داریوں کا تحمل نہیں کر سکتیں۔ ہمارے ہاں صحت کا جو عمومی معیار ہے وہ نوجوانوں میں بھی قابل رشک نہیں، چہ جائے کہ نابالغ بچوں اور بچیوں کو ازدواجی تعلقات کی پیچیدگیوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بچے کے حمل و پیدائش کے نازک مراحل ایک صحت مند نوجوان عورت ہی برداشت کر سکتی ہے۔ اسی طرح لڑکے کے لیے بھی ضروری ہے کہ نکاح کے وقت وہ عمر کے اس حصے میں ہو جہاں وہ جسمانی طور پر زوجیت کے حقوق ادا کرنے کے علاوہ نان و نفقہ کی ذمہ داری اٹھانے کے بھی قابل ہو۔ اس سلسلے میں وعظ و تلقین کے علاوہ قانون سازی سے بھی معاملات کو درست رکھنے میں مدد ملی جاسکتی ہے۔ دین و شریعت کے اس کے موید ہیں، مخالف نہیں۔

#### References

- <sup>1</sup> Al-Nisa 4:6.
  - <sup>2</sup> Al-Sarakhsi, *Al-Mabsut* (Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1431 AH), 4:212.
  - <sup>3</sup> Al-Nisa 4:3.
  - <sup>4</sup> Al-Nisa 4:127.
  - <sup>5</sup> Ibn Kathir, *Tafsir Ibn Kathir* (Riyadh: Dar Taybah, 1420 AH), 2:209.
  - <sup>6</sup> Abu Abdullah al-Qurtubi, *Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an* (Cairo: Dar al-Kutub al-Misriyyah, 1384 AH), 5:11.
  - <sup>7</sup> Mufti Muhammad Shafi, *Ma'ariful Qur'an* (Karachi: Maktabah Ma'ariful Qur'an, 2008), 2:286.
  - <sup>8</sup> Amin Ahsan Islahi, *Tadabbur-i-Qur'an* (Lahore: Faran Foundation, 2009), 2:251.
  - <sup>9</sup> Muhammad Taqi Usmani, *Asan Tarjuma-e-Qur'an* (Karachi: Maktabah Ma'ariful Qur'an, 2011), 447.
- Maulana Taqi Usmani's translation of the Qur'an, *Asan Tarjuma-e-Qur'an*, also suggests in its footnotes that he interprets the verse to mean the marriage of orphan girls upon reaching maturity. In the narration reported from Hazrat 'A'ishah (RA), he has taken the same meaning. He writes:
- "In a hadith of *Sahih al-Bukhari*, Hazrat 'A'ishah explained the background of this directive by saying that sometimes an orphan girl was under the guardianship of her cousin. She would be beautiful, and she would also have considerable wealth left by her

father. In such a situation, her cousin desired that upon her reaching maturity, he himself should marry her.”

<sup>10</sup> Al-Baqarah 2:49.

<sup>11</sup> Javed Ahmad Ghamidi, *Al-Bayan* (Lahore: Al-Mawrid, 2021), 2:212.

<sup>12</sup> Amin Ahsan Islahi, *Tadabbur-i-Qur'an*, 2:397.

<sup>13</sup> Muhammad bin Isma'il al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Kitab Tafsir al-Qur'an, Bab wa in khiftum alla tuqsitu fi al-yatama (Bulaq: al-Matba'ah al-Kubra al-Amiriyah, 1311 AH), no. 4574.

<sup>14</sup> Muhammad bin 'Isa al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi* (Beirut: Dar al-Gharb al-Islami, 1996), no. 1109.

<sup>15</sup> Ibn Rushd, *Bidayat al-Mujtahid wa Nihayat al-Muqtasid* (Cairo: Dar al-Hadith, 1425 AH), 3:35.

“The researcher, Allama Shu'ayb al-Arna'ut, has declared this hadith authentic in reference to Musnad Ahmad, and has graded its chain of transmission as Hasan (good).”

Ahmad bin Hanbal, *Musnad Ahmad*, ed. Shu'ayb al-Arna'ut (Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 1421 AH), 4:195.

<sup>16</sup> Shah Waliullah, *Al-Fawz al-Kabir fi Usul al-Tafsir* (Cairo: Dar al-Sahwah, 1407 AH), 176.

<sup>17</sup> Al-Talaq 65:4.

<sup>18</sup> Al-Nisa 4:6.

<sup>19</sup> Al-Baqarah 2:232.

<sup>20</sup> Al-Baqarah 2:234.

<sup>21</sup> Sahih al-Bukhari, no. 6968.

<sup>22</sup> Al-Tirmidhi, no. 1109.

<sup>23</sup> Al-Qurtubi, *Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an*, 5:11.

<sup>24</sup> Mufti Muhammad Shafi, *Ma'ariful Qur'an*, 2:286.

<sup>25</sup> Javed Ahmad Ghamidi, *Maqamat* (Lahore: Al-Mawrid, 2014), 323–327.

<sup>26</sup> Adnan Ijaz, “Buwaqt Nikah wa Rukhsati Sayyidah 'A'ishah R.A. ki 'Umar,” *Monthly Al-Shari'ah*, December 2016.